جناب علی اختر

غزل

وہ تو کہیے ان کے ستم کی پردہ دری منظور نہیں
منہ میں زباں ہے اور زباں سے حرفِ شکایت دور نہیں

تابِ نظر کا کھیل ہے سارا، تابِ نظر ملتی ہے کسے
کون کہے مستور ہیں جلوے، یا جلوے مستور نہیں

اور بساطِ دنیا کیا ہے، لے دے کے اک چٹکی خاک
آپ اُلٹ دیں عرصۂ دل بھی، آپ سے یہ بھی دور نہیں

عشق کی خودداری کی بدولت ہم تو کہیں کے بھی نہ رہے
حسن حجابِ ناز اُٹھا دے، یہ بھی ہمیں منظور نہیں

عشرتِ ہستی کے دن کی ہے منتِ دوراں کون اٹھائے
عقل گوارہ کر سکتی ہے عشق کا یہ دستور نہیں

کون بتائے، کون سجھائے، عشق کو اپنے کام سے کام!
حسن تو خود ہے گرمِ تماشا، حسن کی منزل دور نہیں

دل کے عقدے سخت سہی پر اک دن کھل ہی جائیں گے
اختر ہم مجبور رہیں لیکن اتنے بھی مجبور نہیں